اسلامی اندلس میں کتبخانے اور شائقین کتب

احمد خان (مترجم)

(آخری قسط)

بنی ہود کے اہل خاندان میں المقتدر ایک ریاضی داں، فلسفی اور علم الافلاک کا ماہر ہوا ہے جس کے نام پر قصر جعفریہ میں ایک ہال بھی بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس خاندان میں المستعین بھی تھا جو المقتدر سے کسی طرح کم نہ تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کو ابن بکلاریس نے جڑی بوٹیوں پر اپنی مشہور و معروف کتاب المستعین، پیش کی تھی۔ اس وقت یورپ کے کسی کتب خانے میں اس کتاب کا وجود باعث صد افتخار سمجھا جاتا تھا(۱)۔ لیکن جب اس شہر میں کتابوں سے شغف بڑھنے اور ترقی کرنے لگا حتی کہ دوسرے اندلسی شہروں کی طرح اوج کمال کو پہنچ گیا تو عین اسی وقت اس شہر پر الفانسو نے قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں سے یہ شہر چھن جانے پر ان کی ھجرت کے باوجود قلعہ ایوب اور سرقسطہ میں بعض وراقین باقی رہ گئے تھے۔ ان میں بہت سی کتابیں جمع کرنے والے عبداللہ بن محمد بن سندور بن منتیل بن مروان التجیبی کا نام لیا جاسکتا ہے، ان کا انتقال ۵۰۰ھ میں ہوا ہے(۲)۔

ارجونہ کے مہاجر وراقوں نے بلنسیہ میں سکونت اختیار کی وہیں خانوادہ ''سیدرای،، نے بھی دکانیں بنالیں تھیں۔ یہ خاندان پہلے قرطبہ میں مقیم تھا مگر عیسائیوں کے ہاتھوں قلعہ ایوب کے سقوط کے بعد، جو واقعہ کوٹنڈا کے

۱- Simonet : Glosorid. P. CXLVI.

۲- ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۰۸ ت ۱۹۷۳ -

کے موقعہ پر ہوا تھا، یہاں آکر آباد ہوگیا تھا، اسی مقام پر سرقسط کا مشہور و معروف وراق محمد بن عبداللہ بن ابی یحیی بن محمد بن مطروح التجیبی بھی آگیا تھا۔ اس نے ارجونہ کے ایک شاعر کا دیوان بھی جمع کیا ہے۔ اس کی دوکان میں اکثر و بیشتر بلفسیہ کے ادباء کا جمگھٹا لگا رہتا جو محض اس شخص کی علمی وجاہت و علم دوستی کی بدولت تھا۔ محمد بن عبداللہ کی پیدائش ۵۴۰ھ میں اور وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی ہے(۳)۔ اسی جگہ سرقسطہ کا شائق کتب خاندان ابن الصقر بھی تجارت کیا کرتا تھا۔ ابن الصقر کا بیٹا احمد ایک ماہر نساخ (کاتب) تھا۔ مخطوطات اور کتابوں کی جگہوں سے پوری طرح واقف ہونے کی بنا پر وہ ایک عظیم کتب خانہ قائم کر سکتا تھا۔ یہ بعد میں موحدین کے عہد میں شاہی کتب خانے کا مہتمم اعلی بھی مقرر ہوا تھا۔

ابن الابار نے ذکر کیا ہے کہ اھالیان قلعہ ایوب میں سے ایک وراق محمد بن سلیمان بن سیداری نے، جو قلعی کے نام سے مشہور تھے، بلنسیہ میں ایک دوکان کھول رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ بھی وراق ھی تھا۔ ان کا انتقال ۵۴۸ھ میں ہوا ہے(۴)۔ اسی مقام پر عبداللہ محمد بن محمد ابن سلیمان بن محمد عبدالعزیز انصاری بھی رہے ھیں جو کتابیں نقل کیا کرتے تھے۔ یہ صاحب ایک اچھے نحوی تھے۔ ان کی پیدائش ۵۶۳ھ میں اور وفات ۶۱۰ھ میں ہوئی ہے (۵)۔

مختصر یہ کہ بلنسیہ میں کئی وراق تھے جن میں سے عبداللہ بن حیان الاروشی بھی ھیں جو حصول کتب کے سلسلہ میں بہت بےباک تھے۔ ابن علقمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ طلیطلہ کے ذوالنون نے الاروشی کی کتابیں اس کے گھر سے حاصل کرکے اپنے محل میں منتقل کرلی تھیں۔

۳- ایضاً: ج ۲ ص ۵۷۹ ت ۱۵۴۶

۴- ایضاً: ج ۲ ص ۴۸۰ ت ۱۳۲۰

۵- ایضاً: ج ۲ ص ۵۷۸ ت ۱۵۶۲-

ان تمام کتابوں کو ۱۴۳ آدمیوں نے اٹھایا تھا جبکہ ایک آدمی ان میں سے صرف ۱۰ ارباع وزن اٹھا سکتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اروشی نے ان میں سے تیسرا حصہ کہیں چھپا دیا تھا۔ ان کی پیدائش ۴۰۹ھ میں اور وفات ۴۸۷ھ میں ہوئی ہے(٦)۔ اسی طرح ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن هذیل تھے۔ یہ صاحب اپنے سوتیلے باپ ابو داؤد المقری کے ہاں پھولے پھلے اور المقری کی وفات کے بعد اس کی کتابوں کے وارث بنے۔ ابو الحسن کی وفات ۵٦۴ھ میں ہوئی ہے(٧)۔ ابیشه کی مشرقی چھاؤنی میں ایک مقام لبرقاط تھا۔ یہاں کے ابو مروان عبیداللہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن مسعود بن عیسون المعافری کتابوں، چھوٹے چھوٹے رسالوں اور تاریخی قصے کہانیوں کے جمع کرنے والے کی حیثیت سے مشہور ہوئے ہیں اس نے باب القنطرہ کے قریب ایک مسجد بھی بنوائی تھی جو اسی کے نام سے موسوم تھی۔ اس مسجد سے ملحق امام کے لئے اقامت گاہ بھی بنوائی گئی تھی۔ ان صاحب کی وفات ۵۷۳ یا ۵۷۴ھ میں ہوئی ہے(٨)۔

جو حضرات مخطوطات، چھوٹے چھوٹے رسالوں اور دیگر قلمی کتابوں کے جمع کرنے والے مشہور ہوئے ہیں ان میں ابو الربیع سلیمان بن عبدالملک ابن رویبل بن ابراهیم بن عبداللہ العبدری بھی شامل ہیں۔ ان کی پیدائش ۴۹٦ھ میں اور وفات ۵۳۰ھ میں ہوئی ہے(٩)۔ اسی طرح مشرقی اندلس کے ایک شہر الشاره کے ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن محمد بن یحیی الغافقی (۵۷۱ھ-٦۴۹ھ) بھی تھے(١٠)۔ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن سعید بن

---

٦ - الضبی: بغیة الملتمس. ص ۳۳۰ - ۳۳۱ ت ۹۲۰. ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ١ ص ۲۷۸ ت ٦۳۳ -

٧ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ٦٦٦ ت ۱۸۵۸ (ط یورپ)۔

٨ - ایضاً: ج ۲ ص ۹۳۵ ت ۲۱۷٦ -

٩ - ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ١ ص ۲۰۱ ت ۴۵۸ -

١٠ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة ج ۲ ص ٦۸۷ ت ۱۹۰۰ (ط یورپ)۔

عبداللہ بن ابی زید اللری متوفی ۵۷۰ھ بھی انھی لوگوں میں شامل ھیں(۱۱)۔

ان خطاطوں میں سے جن کو بہت اھم سمجھا گیا ہے ابو عبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عمر بن ھارون بن موسی بھی تھے۔ یہ صاحب شون کے باشندے تھے مگر بعد میں بلنسیہ آکر آباد ھوگئے۔ ان کا انتقال ۶۰۹ھ میں ھوا ہے(۱۲)۔ ایسے لوگوں میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز ابن محمد بن یوسف بن سعدون الازدی (متوفی ۶۲۲ھ) بھی شمار ھوتے تھے۔ بعض رؤساء نے ان سے کتابت کا کام لیا ہے(۱۳)۔ ابو زید عبداللہ بن عبدالملک ابن عبدالعزیز بن محمد بن نمیل کا تو ذریعہ معاش ھی یہ تھا کہ وہ کتابیں نقل کیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۵۸۰ھ میں ھوا ہے(۱۴)۔ ریہ کے معروف خطاط ابن الادیب محمد بن مروان بن یونس وراقت کے کام میں بہت اچھا درک رکھتے تھے۔ کہتے ھیں ان کی وفات ۵۴۱ھ یا ۵۴۲ھ میں ھوئی ہے(۱۵)۔ انھی لوگوں میں طرطوشہ کے محمد بن عبدالوھاب بن عبدالملک بن غالب ابن عبدالرؤف بن غالب بن فنیس العبدری بھی تھے۔ ان کی کنیت ابو عامر تھی۔ یہ بعد میں بلنسیہ میں آکر آباد ھوگئے تھے۔ وراقت میں اس قدر اعلی کام کرتے کہ لوگ ان پر مکمل طور پر اعتماد کرتے تھے(۱۶)۔ ابو محمد عبداللہ ابن ابراھیم بن الحسن بن منتیال کا خط اگرچہ اچھا نہ تھا مگر انھوں نے قیساریہ میں وراقت کی دکان کھول رکھی تھی۔ ۵۰۰ھ سے قبل پیدا ھوئے اور ذی‌القعدہ ۶۱۱ھ میں انتقال ھوگیا(۱۷)۔ انھی لوگوں میں ابوالقاسم خلف بن عمر بھی

۱۱۔ ایضاً : ج ۲ ص ۷۳۳ ت ۲۰۸۱ (ط یورپ)۔

۱۲۔ ایضاً : ج ۲ ص ۵۸۷ ت ۱۵۶۱۔

۱۳۔ ایضاً : ج ۲ ص ۵۱۳ ت ۱۴۳۶ (ط یورپ)۔

۱۴۔ ایضاً : ج ۲ ص ۵۷۰ ت ۱۶۱۱ (ط یورپ)۔

۱۵۔ ایضاً : ج ۲ ص ۴۶۸ ت ۱۲۹۳۔

۱۶۔ ایضاً : ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۹ ت ۷۱۲ (ط یورپ)۔

۱۷۔ ایضاً : ج ۲ ص ۸۸۲ ت ۲۰۹۸۔

شامل تھے جو جزیرۂ شقر کے رہنے والے تھے۔ مگر بلنسیہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہ صاحب ایک اچھے معلم اور معروف وراق تھے۔ کتابت کے سلسلہ میں عموماً مقابلے کرایا کرتے اور جو اچھا لکھتا اسے بڑھ چڑھ کر رقم پیش کیا کرتے۔ ان کا انتقال ۵۳۶۰ھ میں ہوا ہے(۱۸)۔

بلنسیہ میں خطاطی کی تعلیم کا باقاعدہ ایک مدرسہ بھی قائم تھا(۱۹)۔

اندلس کے باقی شمالی علاقوں میں بھی خطاطی اور کتابیں جمع کرنے والے موجود تھے۔ جزیرۂ شقر میں ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یحیی بن خشین ان میں بہت ممتاز تھے۔ یہ صاحب قرآن کریم کی کتابت کرتے تھے اور اپنے زمانے میں قرآن کی تنقیط، عمدہ خط اور بہتر لکھائی کی جان پہچان میں لاثانی سمجھے جاتے تھے۔ ان کا انتقال ۶۳۰ھ کے قریب کسی تاریخ میں ہوا ہے (۲۰)۔

اہل مرسیہ میں سے عبدالرحمن الناصر کے ایک غلام سعید بن نصر کا غلام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ تھا، جس کے اسلاف کا گھر تو بلنسیہ میں تھا مگر وہ شاطبہ میں آباد تھا۔ اس نے ابو علی الصدفی ابن سکرۃ سے وراثت میں بہت عمدہ مخطوطات اور قیمتی کتابیں پائیں۔ یہ کتابیں صحت کے اعتبار سے بہت عمدہ تھیں۔ ان کا یہ کتب خانہ قابل فخر اور مکمل سمجھا جاتا تھا۔ ابن سعادہ صوفی منش انسان تھے اور غزالی کے تلامذہ میں سے تھے۔ قاضی شاطبہ کے امین بھی تھے۔ ان کی پیدائش ۴۹۶ھ میں ہوئی اور وفات ۵۶۶ھ میں مرسیہ میں ہوئی ہے(۲۱)۔ اسی طرح ابو عیسی لب بن محمد ابن محمد متوفی ۶۳۱ھ بھی اہل شاطبہ میں سے تھے جن کے ہاں قدیم مخطوطات

۱۸- ایضاً: ج ۱ ص ۲۹۷ ت ۸۱۱-

۱۹- Julian Ribera y Tarrago : Disertaciones. Vol. II, P. 300-8.

۲۰- ابن الابار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۶۳۱ ت ۱۶۴۴-

۲۱- الضبی: بغیۃ الملتمس. ص ۲۸۹-۲۹۰ ت ۷۷۸. المقری: نفح الطیب. ج ۱ص ۶۰۷

ابن الابار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۵۰۵ ت ۱۳۹۰-

کا ذخیرہ تھا(۲۲)۔ شاطبہ میں نباتات کے مشہور عالم ابن الرومیہ کو مختلف علوم کی کتابیں جمع کرنے کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل تھی۔ ان کے اس شوق میں ان کے مال و دولت اور وافر عنایات نے بہت کام کیا۔ وہ عموما ہر طالب کو اس کی مطلوبہ کتاب عطا کردیا کرتے تھے چاہے وہ کتاب بہت ہی نادر اور اصل ہی کیوں نہ ہوتی۔ یہ خیال رہے کہ ایسی کتاب کی ملکیت اس وقت باعث عزوشرف سمجھی جاتی تھی۔ یہ حسن عمل یہ صاحب صرف اس لئے کرتے تھے تاکہ ان جواہر پاروں سے دوسرے لوگ بھی استفادہ کریں۔ ان کا فقہی مسلک مشہور فلسفی ابن حزم القرطبی کے فقہی مذہب کے مطابق تھا(۲۳)۔

مرسیہ میں خوبصورتیء خط میں ابوالحسن علی بن محمد بن دیسم، جو وراقت پر گذارہ کرتے تھے(۲۴)، اور ابو القاسم محمد بن عبدالرحمن بن احمد ابن عبدالعزیز الدعروف بابن حمنال بہت ممتاز تھے۔ مؤخرالذکر قرآن مجید کی کتابت، تنقیط، عمدگئی خط اور وراقت میں حد درجہ کمال رکھتے تھے(۲۵)۔ قرطبہ اور بلنسیہ میں ایک زمانے تک سیاسی مشاغل میں غرق رہنے کے بعد غرناطہ کے ابن الفرج مرسیہ آئے۔ یہ صاحب کتابیں جمع کرنے والے تھے اور ان کے پاس چنیدہ کتابوں کا ایک کتب خانہ تھا جس میں تقریباً سبھی کتابیں ان کے اپنے ہاتھ سے عمدہ لکھی ہوئی تھیں۔ اس کتب خانہ کا اپنے زمانے میں کوئی مثیل نہ تھا۔ ان کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم ابن الفرج بن خلف بن سعید بن ہشام الانصاری الخزرجی تھا۔ پیدائش ۵۰۱ھ میں ہوئی اور اس دار فانی سے ۵٦۷ھ میں کوچ کر گئے(۲٦)۔ مشہور مورخ

---

۲۲ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۵۲ ت ۹۴۸ -

۲۳ - ابن الخطیب: الاحاطہ فی اخبار غرناطة، ج ۱ ص ۲۱۵-۲۱٦ -

۲۴ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ٦۷۹ - ٦۸۰ ت ۱۸۹۸ (ط یورپ) -

۲۵ - ایضاً: ج ۱ ص ۳۴۲ ت ۱۰۰۱ (ط یورپ) -

۲٦ - ایضاً: ج ۲ ص ۵۰۸ ت ۱۳۹۴ -

ابن الابار کے دوست ابوبکر محمد بن غلبون بن محمد بن عبدالعزیز بن غلبون ابن عمر الانصاری کے پاس، جو مرسیہ کے باشندے تھے، ایک کتب خانہ تھا جس میں بہت سے مخطوطات، خوبصورت اور نفیس قسم کی کتابیں تھیں۔ ان صاحب کا وفات سے کچھ عرصہ قبل دماغی توازن بگڑ گیا تھا۔ اس عرصے میں یہ قیمتی کتب خانہ ضائع ہو گیا۔ اس میں سے اکثر کتابیں بیچ دی گئیں مگر ابن غلبون کو اس کا قطعاً کوئی احساس نہ ہوا(۲۷)۔

جب مسلمانوں کے قبضہ سے شہر نکلنے لگے تو علماء اور سیاسی لوگ ان مسلم علاقوں اور شہروں میں جمع ہونے لگے (جن میں خطرہ کم تھا) چنانچہ اسی وجہ سے غرناطہ میں ایسے لوگ بہت سے جمع ہوگئے اور انہوں نے جمع کتب کا شوق بھی ایک طویل عرصے تک قائم رکھا۔ آخری زمانے میں ایسے شائقین کتب کا یہاں پر معتدبہ اضافہ ہوگیا کیونکہ دوسرے علاقوں اور خطوں کے اس شوق والے لوگ بھی انہی مقامات کا رخ کرنے لگے۔

اسلامی اندلس کے کتب خانوں کی سیر کرتے ہوئے ہم کچھ عرصہ کے لئے ٹھہر جائیں — اگرچہ یہ عمل ہمارے لئے کافی تکلیف دہ ہے — اور بنوالاحمر کے شاہی کتب خانے پر جو غرناطہ میں تھا، ایک نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کس قدر بلند پایے کے لوگ اس کتب خانے کی انتظامیہ میں شامل تھے۔ اسی طرح اور خاص کتب خانے بھی دیکھیں جیسے کہ الزبیدی کا کتب خانہ تھا جسے اسکیلولا نے چرا لیا تھا مگر بعد میں سلطان غرناطہ کے آدمیوں کی کوشش سے واپس حاصل کر لیا گیا۔ ایسے ھی کتب خانوں میں ابن فرحون کا کتب خانہ بھی تھا، جو اپنے اندر سمائے ہوئے اہم مخطوطات اور ان پر تزئین کے کام کی بدولت بہت مشہور تھا۔ ایک ایسا ھی کتب خانہ ''الطراز'' کا تھا جس میں اکثر و بیشتر ادباء حاضر ہوتے رہتے اور یہاں کے

۲۷۔ ایضاً : ج ۲ ص ۶۶۳ ت ۱۶۹۰۔

صحیح ترین نسخوں سے مقابلہ کرکے اپنے نسخوں کی تصحیح کر لیا کرتے تھے(۲۸) - ابن لب کا کتب خانہ بہت اہم تھا کیونکہ یہ صاحب جید عالم، بہت بڑے خطیب اور دبنگ قسم کے مناظر تھے - عموما مسیحی علاقوں میں نکل جاتے، خاص طور پر جب مسلمانوں کے ساتھ عیسائی برسر پیکار ہوتے یہ صاحب مسیحی راہبوں کے ساتھ عام اعلان کے ذریعے مناظرے کیا کرتے-

اس امر کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے کہ لوگوں کا جمع کتب میں شغف کہاں تک پہنچا ہوا تھا، ہمارے لئے مناسب ہوگا کہ ہم ان مقامات کے سوق الوراقین کا جائزہ لیں جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی عمدہ کتابیں فقہاء اور علماء نے قلت معاش کی بنا پر بیچ دی ہیں تاکہ وہ اس ہنگامہ نفسی نفسی کی زندگی کے بعد اس مال سے حیات کے باقی ایام کچھ آرام او آسائش کے ساتھ گزار سکیں -

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ابن سکران جو بلنسیہ کے ماہر فنکار اور بہترین خطاط تھے، ایک دن مسجد البیازین میں محفوظ کچھ وثائق لے اڑے مگر چونکہ یہ صاحب شاہی کتب خانہ کے بہت اہم ذمہ‌دار لوگوں میں سے تھے اس لئے انہیں یہ وثائق واپس کرنے پڑے-

جیان کے مشہور و معروف معلم الزبیدی، جو کتابیں جمع کرنے کے بہت شائق تھے، اپنے کتب خانے کے چوری ہو جانے پر عرصے تک بہت غمگین رہے کیونکہ ان کے کتب خانے میں انھوں نے اپنے اساتذہ سے خود اپنے ہاتھ کے ساتھ کتابیں املا کی تھیں - الزبیدی کا غرناطہ میں انتقال ہوا ہے(۲۹) - کہتے ہیں کہ غرناطہ کا بہت اچھا شاعر ابن سارہ، جو شنتریہ کا اصلی باشندہ تھا، نساخ بھی تھا اور وراق بھی - اس حرفت سے وہ زندگی گزارہ کرتا تھا(۳۰) -

۲۸- ابن الخطیب : الاحاطة فی اخبار غرناطة. ج ۲ ورق ۱۳۹ ا (مخطوطہ در میڈرڈ) -

۲۹- ایضاً : ج۱ ورق ۳۴ ب-

۳۰- ابن الابار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۱۶ ت ۱۹۹۳ -

غرناطه هی کا ابن بالیس کتابوں کی تجارت میں بہت مشہور تھا۔ یہ صاحب متدین قسم کے تھے اور عمدہ اخلاق پایا تھا(۳۱)۔ ابن الخطیب نے اپنے نیک طینت استاد ابوالقاسم الکلبی کو کتابیں جمع کرنے والوں اور کتب‌خانے قائم کرنے والوں کے ضمن میں ذکر کیا ہے(۳۲)۔ ابوعبداللہ الطراز کے عمدہ مخطوطات صحت لفظی اور درستی میں اونچا مقام حاصل کرچکے تھے(۳۳)۔

کتنے ہی ممتاز ماہر خطاط اور نساخ تھے جو اپنے خط کی عمدگی اور بہترین کتابت کی بدولت عجائب روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک ابن فرکون بھی تھے(۳۴)۔ انہی لوگوں میں ابن عامر الحجواری بھی تھے جنھوں نے بہت سی ایسی کتابیں لکھی ہیں کہ نمونے کے طور پر سامنے رکھ کر تحریر میں ان کی نقل کی جاتی تھی(۳۵)۔ فاس کے عبداللہ العابد بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل تھے۔ یہ صاحب غرناطہ میں قیام پذیر ہوئے اور سلطان کے دربار میں اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ ان کی قیمتی کتابوں کا ذخیرہ ابن الخطیب کے استاد ابن الاشیب نے وراثت میں پایا(۳۶)۔ ابن لب مالقی نے، جو کچھ دنوں غرناطہ میں رہے ہیں، اپنے کتب خانے کا بہت سا حصہ جامع مالقہ میں وقف کردیا تھا(۳۷)۔

مسلمانوں سے علاقے واپس لینے کی تحریک جب ختم ہوگئی (یعنی مسلمانوں کی اندلس میں حکومت نہ رہی) تو عیسائیوں کے درمیان رہ کر بھی مسلمانوں نے مخطوطات جمع کرنے کے شوق کو برقرار رکھا۔ مگر ان کا یہ شوق اسی

---

۳۱ - شرح الاحاطہ (مخطوطہ در میڈرڈ). ج ۲ ورق ۱۳۱ ب -

۳۲ - ایضاً : ج ۳ ورق ۱۳۷ ب

۳۳ - ایضاً : ج ۲ ورق ۱۳۶ الف -

۳۴ - الاحاطہ : ج ۱ ص ۲۲۸، (ط مصر) -

۳۵ - ایضاً : ج ۳ ورق ۱۳۹ ب (مخطوطہ) -

۳۶ - ایضاً : ج ۲ ورق ۸۲ - ۸۳ (مخطوطہ) -

۳۷ - ایضاً : ج ۲ ورق ۱۰۷ ب (مخطوطہ) -

ماحول اور حالات کے مطابق تھا جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس پر ہسپانوی حکومت نے اپنی رعایا یعنی مسلمانوں کی دینی تعلیم کی زبردست مخالفت کی۔ باوجودیکہ اس عمل کو عیسائی غلطی تصور کرتے تھے پھر بھی انھوں نے مسلمانوں کی تعلیم کو بند کرانے کے احکام جاری کئے، اس سختی میں دن بدن اضافہ کیا جاتا رہا۔ یہ سب اس خیال کو ذہن میں رکھ کر کیا جاتا رہا کہ بالآخر مسلمانوں کو اندلس سے نکال باہر کرنا ہے۔

کیا مسلمانوں کے پاس اس سے زیادہ کتابیں اور کتب خانے نہ تھے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے؟ اور کیا اس وقت عربی کتابوں کی قلت اس امر کی دلیل بن سکتی ہے کہ جو کچھ اوپر ذکر ہوا ہے وہ سارا خرافات اور غیر معقول تھا؟

جن اسباب کی بنا پر مسلمانوں کے ہاں کتابوں کی تعداد میں اضافہ ہوا کرتا تھا وہی اسباب کتابوں کے بہت سرعت کے ساتھ ضائع ہونے کی وجہ بن گئے۔ اندلس کے کارخانوں میں تیار کردہ عمدہ مگر خشک اور چمکدار کاغذ باوجود ظاہری حسن و جمال اور زمانے کے عمل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھنے کے برعکس کمزور اور بودا ثابت ہوا۔ رطوبت سے وہ پتوں کی طرح بھر بھرا بن جاتا تھا۔ علاوہ بریں وہ چوہوں اور عثہ (کپڑے کترنے والا کیڑا) کی بڑی مرغوب خوراک تھا۔ اسے آگ بھی بہت جلد لگتی تھی۔ ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل ہونے کا متحمل بھی کم تھا۔ کافی عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتا تھا اور آسانی سے پھٹ جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کتابوں کا استعمال کتابوں ہی کے لئے نقصان دہ تھا۔ گویا یہ کاغذ کتابوں کے پڑھے جانے میں ممد نہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اندلس سے نکلتے وقت مسلمانوں نے جو کتابیں وہاں سے نکال لیں وہ بعد میں جاہلوں کے ہاتھ لگیں جو ان کی حفاظت کسی طرح بھی نہ کرسکے۔ اسی طرح کتابوں کے ضائع ہونے

کے کئی اسباب ہم جانتے ہیں جو آہستہ آہستہ اس نقصان میں اضافہ کرتے رہے۔ ایسے اسباب و واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

یہ بات بلاشک و تردید کہی جا سکتی ہے کہ بہت سی کتابیں برے حالات کے سبب ضائع ہوئیں۔ جیسا کہ ابو موسی عبدالرحمن بن موسی الہواری، جو استجہ کے رہنے والے تھے، کے ساتھ واقعات پیش آئے۔ یہ صاحب عبدالرحمن اول کے عہد میں مشرقی ممالک کی طرف گئے۔ جب واپس اندلس آئے تو تدمر کے سمندر میں طوفان میں پھنس گئے۔ جس کے نتیجہ میں ان کی ساری کتابیں ضائع ہوگئیں۔ استجہ کے لوگ جب ان کے صحیح و سلامت واپس آنے پر مبارک باد پیش کررہے تھے اسی وقت ابو موسی کی کتابوں کے ضائع ہو جانے پر ان سے افسوس کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ اس پر ابو موسی نے کہا تھا:

ذهب الخرج وبقی الدرج، یعنی جو کچھ کتابوں میں تھا وہ تو چلا گیا مگر جو کچھ سینے میں تھا محفوظ رہا(۳۸)۔ کچھ اسی طرح کا واقعہ ابو یحیی افلح کے ساتھ پیش آیا جو الناصر عبدالرحمن بن محمد امیرالمومنین کے غلام تھے(۳۹)۔ تقریباً ایسے ہی حالات سے انده کے عبداللہ بن داؤد بن عبدالرحمن ابن سلیمان بن عمر بن خلف بن حوطاللہ الانصاری متوفی ۶۱۲ھ دوچار ہوئے(۴۰)۔

بہت سی کتابیں اندلس سے بلاد مشرق میں بھی منتقل ہوئی ہیں۔ جیسے اندلسی عطیہ بن سعید بن عبداللہ جن کی کنیت ابو محمد الصوفی تھی اور وہ کتابیں جمع کیا کرتے تھے، مشرق میں پھرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے (اندلس میں) بہت سی کتابیں جمع کیں۔ انہیں کئی اونٹوں کے قافلے پر لادا گیا۔ اتنے بڑے قیمتی ذخیرے کے باوجود یہ صاحب فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں ۴۰۷ھ یا ۴۰۹ھ میں ہوا

---

۳۸ - ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس. ج ۱ ص ۳۰۰ ت ۷۷۸ -

۳۹ - ایضاً: ج ۱ ص ۹۹ ت ۲۶۲ -

۴۰ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۸۳ ت ۲۰۹۹ -

ہے(۴۱)۔ مشہور مورخ الحمیری نے اپنی کتابیں مشرق میں کئی علماء کو وقف کرکے دے دی تھیں (۴۲)۔ ایسا ھی کام جیان کے عالم محمد بن علی بن یاسر الانصاری نے کیا ھے۔ انھوں نے مشرق میں طالب علموں کو اپنی کتابیں وقف کردیں تھیں (۴۳)۔ کہتے ھیں کہ یہ کتابیں اصحاب حدیث پر وقف کی تھیں جیسا کہ ابن الابار نے بتایا ھے(۴۴)۔ محمد بن علی، (مصر میں) نورالدین کے کتب‌خانے کے مہتمم تھے۔ ان کا انتقال ۵۶۳ھ میں ھوا ھے۔ نبیل‌الدین بن ھلال اندلسی نے بھی مشرق کو سفر کیا ھے۔ انھوں نے اپنی کتابیں اپنے دوست ایک مرسی کو ھدیة دے دی تھیں (۴۵)۔

ھمیں اس امر پر زیادہ حیران نہیں ھونا چاھئے کہ مشرقی ممالک کے چھاپے خانے اس وقت اندلس کے ابن عربی جیسے صوفیا، ابن مالک جیسے نحوی، ابوبکر الطرطوشی جیسے سیاسی، ابن قرہ الشاطبی جیسے قران کے قاری، ابن خفاجه جیسے شعراء اور ابن خاقان جیسے مشاھیر کی تالیفات کیوں چھاپ رھے ھیں ؟ اس کی وجہ یہ ھے کہ اندلس پر عیسائیوں کے قبضہ کے نتیجہ میں بے شمار اندلسی علماء مشرقی ممالک میں جا بسے۔

اندلس سے شمالی افریقہ میں مختلف ادوار میں بہت سی کتابیں منتقل ھوتی رھی ھیں ۔ فسادات کی بنا پر منصور اور اس کے بیٹے کی وفات کے بعد بہت سے علماء اندلس سے بھاگ کر فاس وغیرہ میں آباد ھوگئے تھے(۴۶)۔ ایسا بھی ھوا ھے کہ شمالی افریقہ کے طلباء حصول علم کی خاطر اندلس پہنچے اور جب فراغت کے بعد واپس ھوئے تو جمع کردہ کتابیں اپنے ساتھ گھروں کو

---

۴۱ - ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۲ ص ۴۲۳ ت ۹۶۳ -

۴۲ - المقری : نفح الطیب. ج ۱ ص ۵۳۵ -

۴۳ - ایضاً : ج ۱ ص ۴۹۹ -

۴۴ - ابن الابار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۰۰ ت ۱۳۸۰ -

۴۵ - المقری : نفح الطیب. ج ۱ ص ۸۹۱ -

۴۶ - المراکشی : المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ص ۴۲ -

لیتے گئے۔ جیسا کہ ابو عبدالرحمن یصلقن بن داؤد الاغماتی (متوفی ۳۷۲ھ) نے کیا ھے(۴۷)۔ تلمسان کے ابو عبداللہ محمد بن عبدالحق بن سلیمان الکرسی نے، جن کی وفات ۶۲۵ھ میں ھوئی ھے، بھی ایسا ھی کیا(۴۸)۔ یہ بات بعید از عقل نہیں ھے کہ المغرب کے خانوادہ ملجوم کا کتب خانہ بھی اندلس ھی سے آیا ھو، کیونکہ اس خاندان کا اصل مقام مشرقی اندلس تھا اور انھوں نے اس قدر عمدہ کتابیں جمع کر رکھی تھیں کہ ان کی نظیر اس وقت اندلس میں نہیں ملتی تھی۔ اسی خاندان کے ایک فرد ابوالقاسم عبدالرحمان بن یوسف ابن محمد بن یوسف بن عیسی الازدی الزھرانی (۵۳۵ھ-۶۰۰ھ) نے، جو ابن رقیہ کے نام سے مشہور تھے، اندلس میں ایک کتب خانہ جمع کیا بھی تھا(۴۹)۔

اس بھاگم بھاگ میں اندلس سے کچھ وراق اور نساخ بھی مراکش پہنچے ھیں جیسے کہ کرمونہ کے باشندوں میں سے الغافقی تھے(۵۰)۔ ایک صاحب خیمینہ کے تھے جو کتابوں کا کاروبار کیا کرتے تھے اور عموما کتابیں بہت مہنگی بیچا کرتے تھے۔ ایسے ھی لوگوں میں شائق کتب ابن رشید ھے جو غرناطہ میں تو پھولا پھلا مگر فاس میں اخری ایام گزارے اور وھیں انتقال کیا(۵۲)۔ ابن رشید کے کتب خانے کی بعض کتابیں اب اسکوریال میں پڑی ھیں۔

تاریخوں میں وارد شدہ واقعات ھمارے لئے کافی ھیں کہ بہت سی کتابیں جلا کر راکھ کی گئیں۔ یہ آگ عموما علی الاعلان بہت بڑے اجتماع کے روبرو لگائی جاتی تھی۔ اندلس میں مخطوطات کا جلانا کئی صدیوں تک قومی تقریب

۴۷- ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس. ج ۲ ص ۲۱۰ ت ۱۶۴۴۔

۴۸- ابن الابار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۵۷۱ ت ۲۱۳۷ (ط یورپ)۔

۴۹- ایضاً: ج ۲ ص ۵۹۰ ت ۱۶۵۲۔

۵۰- الحمیدی: جذوۃ المقتبس. ص ۲۸۳ (ط یورپ)۔

۵۱- ایضاً: ص ۷۸۔

۵۲- ابن الخطیب: الاحاطہ فی اخبار غرناطہ. ج ۳ ورق ۱۰ ب (مخطوطہ)۔

اور عید کی طرح بنایا جاتا رہا ہے۔ شاید و باید ہی کوئی ایسی قوم ہوگی جس نے یہ گناہ کیا ہے جیسے اندلس میں مسلمان اور عیسائی دونوں کتابوں کے جلانے کا کام کرتے رہے ہیں۔ یہ سوظن نہ پیدا کہ شاید عیسائیوں کو مسلمانوں کے علوم و فنون سے نفرت تھی جس کے نتیجہ میں یہ شنیع فعل سرزد ہوتا رہا۔ بلکہ حقیقت یہ تھی یہ دونوں، کتابوں کے مقدار کے معاملے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتے تھے۔ غلو تو ہمارے عوام کا خاصا ہی ہے۔

غیر متمدن معاشرے میں عوام کتاب کی قدرو منزلت نہیں سمجھتے، نہ کتابیں لکھتے ہیں اور نہ انہیں جلاتے ہیں۔ مگر ہمارے ممالک میں جیسے ہم اسپینی ہیں، جہاں کتاب افکار پھیلانے کا ایک موثر ذریعہ ہے، کتابوں کو جلا دیا جاتا ہے تاکہ خطرناک مذاہب یا الحاد نہ پنپ سکے جو عوام کے اعتقادات سے ٹکراتا ہے۔ ایسے اعتقادات سے جن کی عوام حفاظت و سلامتی چاہتے ہیں۔ چونکہ ایسی کتابوں کا جلایا جانا شاذ و نادر ہوتا ہے اس لئے اس کے بارے میں ہمیں مختصر سواد ہی مل سکا ہے جو نیچے درج کیا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے اندلس پر قابض ہوجانے پر تعلیم اس قدر کافی اور عام نہ تھی۔ اسی لئے لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ کتاب کس قدر خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ مگر جس وقت مالکی مذہب نے اندلس میں اپنے پاؤں گاڑ لئے اور مشرقی ممالک سے ہر آنے والے مذہب کے آگے خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا تو یہاں کتابوں کے جلانے کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ اس کام کی ابتداء عوام ہی کی طرف سے ہوئی جنہیں عام طور پر فقہاء نے بھڑکایا تھا۔ تب عدالتی کاروائی شروع ہوئی۔ ان اشخاص و علماء کو طعن و تشنیع کا مورد ٹھیرایا گیا جنہیں خطرناک افکار پھیلانے کا مہتمم بنایا گیا

تھا ۔ جب ایسے لوگوں نے علی رؤوس الاشہاد توبہ نہ کی تو عوام ان کے خلاف بھڑک اٹھے ۔ ان کے گھروں میں گھس گئے اور ان کے کتب خانے جلا ڈالے ۔ جیسا کہ معروف فلسفی ابن مسرۃ کے ساتھ ہوا ہے ۔ ابن کلیب اندلس میں مشرقی فلسفہ لایا تھا ۔ یہ صاحب اس بات کے قائل تھے کہ انسان مجبور محض نہیں بلکہ سب کچھ اس کے اختیار میں ہے ۔ ان کی وفات پر علماء کی ایک جماعت ان کے گھر میں گھس گئی، ان کی کتابیں اندر سے نکال کر شارع عام پر ڈھیر کردیں تاکہ ان کتابوں کو جلا کر راکھ کردیا جائے جو ان علماء کے مذہب سے میل نہیں کھاتیں (٥٣) ۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ محاسبہ غیر رسمی تھا اور علماء نے اس وقت کے قانون اور مروج نظام کو پس پشت ڈال کر کیا تھا ۔ اگرچہ حکومت کئی مرتبہ اس قسم کی مداخلت سے نفرت کا اظہار کر چکی تھی جس میں *اس امر کا لحاظ ضروری تھا* کہ باقاعدہ الزام قائم کیا جائے اور ملزم عدالت کے سامنے حاضر ہوکر جواب دے ۔ *اس* قسم کی زیادتیوں (یعنی غیر قانونی محاسبہ) سے اموی خلفاء نے کئی مرتبہ اعراض کیا ہے جیسا کہ الحکم کے عہد میں ہوا ۔ لیکن اس کے باوجود جو لوگ ان ظالموں کے زیر اثر رہنا چاہتے تھے، انہیں اندلس سے نکال باہر کرنے میں ظالم عوام نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی ۔ ایسے واقعات و حوادث کے پیچھے محرک عوامی منچلا پن تھا ۔ حکومت کی ایسی کوئی خواہش نہ تھی ۔ مذکورہ بالا بات منصور کے عہد میں کھل کر سامنے آگئی ۔ وہ یوں کہ منصور خود فلسفہ اور حکمت کی کتابوں کا ازحد شائق تھا مگر اس وقت کے علماء اور عوام ان کتابوں کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ منصور ایسی کتابوں کو لوگوں کے برے شکوک کی بنا پر کتب خانے میں بہت محفوظ جگہوں پر چھپائے رکھتا تھا ۔ مگر منصور جب خلیفہ بنا تو اس نے عوام کی حمایت اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے الحکم ثانی کے کتب خانے کی جانچ پڑتال کے لئے علماء

---

٥٣ ۔ ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس. ج ١ ص ١٢٠ - ١٢١ ت ٣١٧ (ط مجریط) ۔

کی ایک کمیٹی بنائی کیونکہ اکثر عوام اس کتب خانے کی مخالفت میں تھے اور اس کی چھان بین چاہتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق اس کتب خانے میں میں ملحدانہ خیالات کی حامل بہت سی کتابیں تھیں۔ اس کتب خانے کے مالک کی عظمت، شہرت اور یہ کہ کتب‌خانہ منصور کے والد کا تھا، یہ سب کچھ عوام کو اس کی چھان‌بین سے نہ روک سکا۔ پڑتال کرنے والوں نے بہت سی مشکوک کتابیں محل کے بڑے صحن میں نکالیں اور منصور کی موجودگی میں انہیں نذر آتش کیا۔ یہی نہیں بلکہ منصور نے خود اپنے ہاتھوں سے کئی نسخے آگ میں جھونکے۔ اس موقعے پر فلسفہ، علم الافلاک، مذہبی مناظرہ اور ان سے متعلق موضوعات کی کتب جلائی گئیں کیونکہ یہ سب خطرناک سمجھی جاتی تھیں۔ علوم مفیدہ میں سے صرف طب، ریاضیات، علم الافلاک کی ابتدائی کتابیں اور قانون سے متعلق سواد بچا لیا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس کتب خانے کی تمام کتابیں جو چار لاکھ کے لگ بھگ تھیں اس تھوڑے سے وقت میں آسانی سے بدقت نظر دیکھیں جاسکی ہوں۔ اس عجلت کے نتیجہ میں ایسی بہت سی کتابیں بچ گئیں جن کا جلایا جانا اس وقت کے علماء کی تنگ نظری کے پیش نظر ضروری تھا۔ (اور بہت سی ایسی کتابیں جلادی گئیں جن کو وہ اس وقت بچانا چاہتے تھے)۔ اس حقیقت کا انکشاف اس وقت ہوا جب منصور نے شاہی فوج بنانے کے لئے بربریوں کو اندلس میں داخل کیا اور انھوں نے بغاوت کرکے قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ جب بربر شہر میں داخل ہوئے، انھوں نے اموریوں سے محل چھین لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ کہ محل کے ملبے کے نیچے تہہ خانوں میں اور پانی کے نکاس کی نالیوں میں الحکم کے کتب خانے کی کئی ایسی کتابیں پائی گئیں جن کو چرایا نہ جاسکا یا جنہیں ان باغیوں کے ہاتھ سستے داموں بیچا نہ جاسکا۔ ابن سعید نے بتایا ہے کہ الحکم ثانی کے کتب خانے کا بہت بڑا حصہ، جو ادبیات پر مشتمل تھا، اشبیلیہ، قرطبہ، مریہ اور دیگر شہروں کے

نواحی علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں (ابن سعید ۶۱۰ھ-۶۸۵ھ) نے خود ان سے بعض نسخوں کا طلیطلہ شہر میں دیکھا ہے، جو منصور کے عہد میں اس تباہی سے بچ گئے تھے اور یہ کتابیں ان موضوعات سے متعلق تھیں جو بظاہر جلائے جانے کے قابل تھیں (۵۴)۔

یہ بات واضح طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جب خلافت ختم ہوئی اور اندلس کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا تو اس طوائف الملوکی میں ہر حاکم ایک خاص رجحان طبع کا مالک تھا۔ یہ دور پہلے تمام ادوار کی نسبت آزادی اور چشم پوشی میں بڑھ گیا تھا۔ اس عہد میں بعض فقہاء نے آپس میں باھمی تمسخر اور ٹھٹھے سے کام لیا مگر حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

مشکوک کتابوں کی چھان بین کا کام اندلس کے صرف چند شہروں میں جیسے اشبیلیہ وغیرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ایسے شہروں میں کتابوں، بازاروں اور دکانوں سے مشکوک کتابیں لے کر بڑے بڑے میدانوں میں ڈھیر کردی جاتیں اور دینی تقاریب کی نہج پر انہیں سب کے سامنے جلایا جاتا تھا۔ اس طرح کا واقعہ ابن حزم کی کتابوں کے ساتھ پیش آیا۔ ابن حزم کے بارے میں فقہاء بہت سا غصہ اور حقد سینے میں رکھتے تھے (۵۵)۔

مرابطین کے دخول اندلس کے وقت دینی ردعمل کو بہت تقویت پہنچی اور اس میں کافی اضافہ ہوا۔ اس طرح دین سے برگشتہ اور شعائر اسلامی سے متنفر بعض ملوک اور عوام میں دینی جذبہ بڑھنے لگا۔ چنانچہ مرابطی سلطان نے اندلس کے مختلف اطراف میں یہ احکام جاری کئے کہ فلسفے کی کتابیں جس کسی کے پاس ہوں جلا دی جائیں، چاہے وہ فقہاء ھی کے پاس کیوں

۵۴- Gayangos : History of the Mohammadan dynasties in Spain. Vol. I. p. XL-XLI.

۵۵- یاقوت الحموی : معجم الادباء. ط مصر، ج ۱۲ ص ۲۵۲۔

نه هوں - اس قسم کے احکامات سے دوسری طرف مسلم فقہاء میں شدید قسم کا ردعمل پیدا ہوا - مگر چونکه ان کی آواز انفرادی تھی اس لئے چنداں سود مند ثابت نه ہوئی علاوہ بریں تسامح برتنے والے حکام بھی بدل دئیے گئے اور ان احکامات کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی گئی -

اس سب (کتاب دشمنی) کے باوجود مرابطین ھی میں بعض ایسی شخصیتیں اندلس میں اهم مناصب پر فائز تھیں جو کتابیں جمع کرنے میں بہت ممتاز تھیں - انہیں میں ابو علی المنصور بن محمد بن الحاج داؤد بن عمر الصنہاجی اللمتونی (متوفی ۵۴۹ھ) بھی تھے - جنھوں نے کتابوں کے اصل نسخے اور قدیم مخطوطات کافی مقدار میں جمع کر رکھے تھے (۵٦) - الحکم مرابطی ھماری (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف ذرا بھر دھیان نه دیتا تھا چه جائیکه وه الغزالی کی کتابیں جلاتا (۵۷) - اس نے تو کتب خانۂ ابو بکر عبدالرحمن بن احمد ابراھیم بن محمد بن خلف بن ابراھیم بن محمد ابی لیلی الانصاری (۴۹۰ھ - ۵٦٦ھ) جیسے کتب خانے لوگوں سے زبردستی لے لئے تھے (۵۸) - یوں تو علی ابن تاشقین بھی اندلس کے مختلف حصوں سے کتابیں جمع کرنے سے نه رک سکے تاکه ان کا کتب خانه اس قدر و منزلت کا بنے که شمالی افریقه کے کسی سلطان کے پاس اس کا مثیل نه ہو (۵۹) -

چند سالوں کے بعد جب المغرب (شمالی افریقه) مواحدین کے زیر اثر آیا تو چونکه یه لوگ مدرسه نظام تعلیم کے قائل تھے اس لئے فلسفه بہت چاھنے لگے - چنانچه یه حضرات جب اندلس پہنچے تو انہوں نے وھاں پر اپنے اسلاف کی پیروی میں اس وقت سارے اندلس میں مروج مالکی مذھب کی تمام کتابیں

---

۵٦ - ابن الابار: المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدفی، ط مجریط، ۱۸۸۵ء، ص ۱۹۳-۱۹۵ ت ۱۷۳ -

۵۷ - المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۱۲۲ -

۵۸ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۵٦٦ ت ۱٦۰۳ (ط یورپ) -

۵۹ - المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۱۷۰ - ۱۷۲ -

جلانے کے احکامات جاری کر دئیے۔ یہ تمام کتابیں جمع کرکے سمندر پار فاس میں پہنچا دی گئیں جہاں انہیں علی‌الاعلان جلا دیا گیا۔ چونکہ اس طرح کتابیں جلانے کا کام اندلسی مذہب کے خلاف کھلی دشمنی کا اظہار تھا اس لئے اندلسی عوام میں یہ خیال زور پکڑ گیا کہ مواحدین کافر ہیں اور انہیں دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس خیال کو دبانے کے لئے مواحدین نے فلاسفہ پر سختی شروع کر دی۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ابن رشد اور ابن طفیل کو امتحان و ابتلاء میں ڈالا گیا۔ ان کی کتابوں کا مکمل طور پر محاسبہ کیا گیا۔ یہ ابتلاء کا دور اس خوش کن دور کے بعد آیا جب انہیں انہی سلاطین نے اونچے مناسب اور عزت و تکریم دی۔ انہی کے ہاں ان کی فلسفہ کی کتابیں ھدیۃً پہنچائی گئیں۔ مگر یہی کتابیں بعد میں بہت ہی نادر الوجود بن گئیں۔ ان کے نسخوں کی حفاظت بہت ھی دشوار ہوگئی۔ اگر ان کتابون کا اندلس سے جلاوطن کئے گئے یہودیوں کے ھاتھوں لاطینی اور عبرانی زبانوں میں ترجمے نہ ہوئے ہوتے (تو یہ کتابیں ختم ہوگئی ہوتیں)۔ ایسا ہی سلوک مشہور فلسفی ابن میمون کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مواحدین میں شائقین کتب بھی تھے۔ انہوں نے اندلسی خطاطوں اور کاتبوں سے بھی کام لیا ہے۔ ایسے لوگوں میں مریہ کے ابوالعباس بن الصغیرة، بلنسیہ سے ان کے والد اور سرقسطہ سے ان کے دادا تھے۔ ان کے تحریر کردہ نسخے بہت زیادہ قیمت پاتے تھے۔ ابوالعباس کو سلطان ابو یعقوب نے اپنے کتب خانے کا مہتمم بھی مقرر کیا تھا(٦٠)۔ مواحدین کو بعض مواقع پر کتابوں کے حصول کے لئے سختی اور سینہ زوری سے بھی کام لینا پڑا ہے جیسے اشبیلیہ کے ابو الحجاج المرانی کے علمی کتب خانے کو حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا(٦١)۔

---

٦٠ - ابن الخطیب : الاحاطة فی اخبار غرناطة. ج ١ ورق ٣٢ ب (مخطوطه)۔

٦١ - المراکشی : المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ص ٢٣٨ - ٢٣٩ -

ان افریقیوں کے تعصب نے کبھی تو مالکی مذھب کی کتابوں کو(۶۲) اور کبھی فلسفه سے متعلق کتابوں کو نقصان پہنچایا ھے(۶۳) - اندلس کی کچھ کتابیں افریقه کے بعض علاقوں میں بھی جلائی گئیں ھیں جیسے که تونس کے بڑے میدان میں بلنسیه کے مورخ ابن الابار کی کتابیں اعلان عام کے ساتھ نذر آتش کی گئیں (۶۴) -

یوں پےدرپے آنے والے حکام کی فکری کجی نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اندلس کے شائقین کتب کے جمع کردہ سرمایے کو برباد کیا - باقی رهیں وہ کتابیں جو عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں نے جلانے سے بچالیں وہ ہم (اسپینی لوگ) نے هدیة دےکر ضائع کر دیں جیسے که سانشو چہارم کے عہد میں ھوا ھے - اس نے بنی مرین کو اپنے ملک میں موجود عربی کتابیں دینے کا وعدہ کیا، پھر یکبارگی تین اونٹوں کے بوجھ کے برابر ایسی کتابیں هدیة دے دیں - روض القرطاس میں ھدیةً دئے گئے بعض ایسے مخطوطات کا ذکر موجود ھے(۶۵) - علاوہ بریں ھم نے بچی ھوئی کتابیں خود جلا کر بھی ضائع کی ھیں - یه بھی ویسا ھی جرم تھا جیسا که اس سے قبل مسلمان کر چکے تھے - ھم نے ان کی پیروی کی - مسیحی اسپین میں جو سب سے بڑی آگ لگائی گئی اور جس سے تخریب‌کاری کی ابتداء ھوئی وہ غرناطه میں باب الرمله کے میدان میں کارڈینل خیمینیس کے احکامات کی بجاآوری کے طور پر تھی - اس آگ میں ھزاروں خوبصورت خط اور عمدہ کام والے مخطوطات جلائے گئے - فادر الکولیا (Alcolea) کے بیان کے مطابق اس میں کئی مخطوطات ایسے تھے جن پر سونے، چاندی اور جواھرات کا کام کیا ھوا تھا - ان مخطوطات

---

۶۲ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۷۶ ت ۸۲۰ (ط یورپ) -

۶۳ - المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۲۲۵ -

۶۴ - ایضاً: ص ۱۷۰ - ۱۷۲ -

۶۵ - المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۸۶۸ -

کی قیمت تقریباً لاکھوں ریال کے برابر تھی۔ اس موقع پر تماشائیوں میں سے بعض نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ اگر یہ مخطوطات بیچے جائیں تو وہ ان کی ساری قیمت اسی وقت دینے کو تیار ھیں ۔ کتابوں کے جلانے کے اس واقعہ کو کافی نہ سمجھا گیا بلکہ بعد میں ۱۵۱۱ھ میں ''خوانا،، ریاست میں ایسا ھی ایک اور واقع پیش آیا، جب کہ حکام نے اس علاقے میں باقی ماندہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جو عربی کتابیں ان کے پاس ھیں چھان بین کے لئے پیش کریں۔ ان سے فلسفہ کی کتابیں (جن میں سے کوئی باقی نہیں بچی تھی کیونکہ سب جلائی جا چکی تھیں) طب اور تاریخ (جو بہت تھوڑی تھیں) کی کتابیں واپس کردی جائیں گی اور صرف قانون کی کتابیں (جو تعداد میں کثیر تھیں) جلادی جائیں گی(٦٦)۔ اس کے بعد عیسائیوں کی مجلس اعلی نے ان احکامات کو روک دیا اور کتابوں کے جلانے اور اس معاملے میں غفلت شعار اور حیلہ سازوں کو سزائیں دینے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس سختی کے باوجود مسلمانوں نے پھر بھی کچھ کتابیں چھپالیں اور وہ نذرآتش ھونے سے بچ گئیں ۔ اس امر کا پتہ تب چلا جب وادی الحجارۃ سے مسلمانوں کو بالکلیہ نکال دیا گیا۔ فرای مارکوس کا کہنا ھے کہ اس وقت جلاوطن کئے جانے والے مسلمانوں کے گھروں سے بہت سی دینی کتابیں، عجیب و غریب حروف، مختلف رنگوں اور اشکال والے قرآن مجید ملے۔ اس سے عیسائیوں کو پتہ چلا کہ مسلمان ان سختیوں اور باز پرس کے باوجود کئی کتابیں چھپائے ہوئے تھے۔ اس ضمن میں کئی واقعات بیان کئے جاسکتے ھیں ۔ جیسے کہ اسکولانو نے اپنی کتاب Decades کے دسویں باب کی چالیسویں فصل میں بیان کیا ھے کہ Altea کا قاضی جب اگست ۱۵۸۳ء میں واپس اپنے محل میں جارہا تھا تو اچانک اسے ایک مسلمان ملا جو ایک گٹھر اٹھائے ہوئے تھا جس میں کئی رنگوں اور مزین خط والے مصاحف تھے۔ اس شخص نے بتایا کہ

---

٦٦ - ابن خلدون : العبر و دیوان المبتداء والخبر . . . ج ۷ -

یہ سب اس کے چچا خونطار، جو اس علاقے کا فقیہہ تھا، کی ملکیت ہیں ۔ قاضی نے اس شخص کو قید کر لیا اور عیسائیوں کی مجلس اعلی کے سامنے پیش کیا(٦٧) ۔

محاسبہ کرنے والوں کا جوش و ولولہ کئی اور وجوہ کی بنا پر بھی بڑھا ہے ۔ ١٧ویں صدی عیسوی میں اسپین اور مراکش کے سلاطین کے مابین سیاسی گفتگو ہوئی ۔ اس گفتگو میں مراکشی مندوبین نے اسکوریال کی عربی کتابوں کی واپسی کا مطالبہ کیا ۔ کیونکہ ان میں بہت بڑا حصہ مولای زیدان کے کتب خانے کی کتابیں تھیں ۔ یہ کتابیں کشتیوں کے ذریعے جب مراکش منتقل کی جارھی تھیں تو ان پر اسپینیوں نے قبضہ کرلیا تھا ۔ کتابوں کی واپسی کا یہ معاملہ عیسائیوں کے مفتئی اعظم کے پاس رائے کے لئے پہنچایا گیا تو اس نے فتوی دیا کہ اسلامی کتابیں ھرگز واپس نہ کی جائیں کیونکہ یہ اسلام پھیلانے میں ممد و معاون ثابت ھوتی ھیں ۔ یہ کہا کہ اس کے بدلے علم الافلاک ،طب، ھندسہ اور تاریخ وغیرہ سے متعلق کتابیں دے دی جائیں ۔ اور حکومت اس سے اچھی رائے رکھتی ھو جو اس قسم کی ھوسکتی ھے جیسے کارڈینیل خیمینیس نے غرناطہ پر قبضہ کے بعد ھزاروں مخطوطات کو جلایا تھا، تو یہ رائے یقینا اچھی ھے ۔ جب یہ رائے حکومت کی مجلس اعلی تک پہنچی تو تقریباً سبھی نے انھیں جلانے کی قرارداد منظور کی ۔ ان میں سے بہت کم ممبر ایسے تھے جو صرف دینی کتابوں کے جلانے کے حق میں تھے ۔ مگر قدرت اسپین کے اس بے مثال ذخیرے کو آگ سے بچانے کی خاطر اس سے کہیں اچھی تدبیر کر رھی تھی ۔ وہ یوں کہ المرکیزویلادا (Velada) نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ اس کتب خانے کو محفوظ مقام پر بحفاظت رکھا جائے ۔ یہ نقطہ نظر قبول کر لیا گیا ۔ اس واقعے سے آپ اندازہ لگا سکتے ھیں کہ آگ کے شعلے اس تھوڑے سے سرمایہ کو، جس پر آج ھم فخر کرتے ھیں، کس طرح

---

٦٧ - Simonet : Elcardinal Cisneros. P.

اپنی لپیٹ میں لینے والے تھے۔

میں کارڈینیل خیمینیس اور مجلس محاسبہ کے ممبروں کو مورد ملامت نہیں ٹھہراتا اور نہ ہی اس قسم کا خیال رکھتا ہوں۔ کیونکہ ان کے پیچھے محرک القلعہ (Alcala) یونیورسٹی کے بانی کی طرح علوم و فنون سے نہ نفرت ہے اور نہ ہم عربی ادب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان واقعات کو برا بھلا کہنے کی بجائے ان پر حزن و ملال اور افسوس کا اظہار کریں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی متہم نہیں ٹھیرایا جاسکتا کیونکہ ان پر نگرانی وہ حضرات کر رہے تھے جو ہمارے عوام میں سے تھے اور اپنی متعصب خواهشات کی تکمیل کے لئے ان پر سوار تھے۔ (ہمیں اتنا زیادہ افسوس بھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ جو) مصیبتیں ہم نے برداشت کیں، خاص کر ان عظیم خوبیوں کے پھیلانے میں جنھوں نے ہماری آزادی اور استقلال کو غذا بہم پہنچائی ہے وهی تو بعد میں ہماری عظمت و قوت کی اساس بنی ہیں۔

اب مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ کتابوں کے جمع کرنے والوں کو تنگ کیوں کیا گیا؟ ہمارے (اسپینی) قوانین اور احکامات کا مقصود خطرناک کتابوں کا جلانا تھا اور ان میں سے مفید کو بچانا۔ اس وقت بھی ایک ممکن صورت ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ بہتر تو یہ تھا کہ عدالتیں اور محاسبہ کمیٹیاں کتابوں کی چھان بین میں ان حضرات پر انحصار کرتیں جو عربی زبان سے پوری طرح واقف ہوتے۔ مگر یہ بات آسان نہ تھی۔ (کیونکہ ایسے ماهر اشخاص بہت کم ملتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کتابوں کے جانچنے میں اکثر غلطیاں ہوئی ہیں)۔ مجھے یاد ہے کہ میں (خولیان ربیرا) نے بلنسیہ یونیورسٹی کے کتب خانے میں ایک عربی مخطوطہ دیکھا اس پر قطلونی زبان مگر قشتالوی حروف میں یہ نوٹ لکھا تھا:

”مسلمانوں کے یہاں سے نکل جانے کے بعد میں (خائمه فرانده) نے اس گھر میں جو مسلمانوں کے سردار: میل لینی کا تھا، ایک کتاب پائی جو عربی حروف میں لکھی ہوئی تھی۔ اس کے پڑھنے کے لئے آج تک مجھے کوئی شخص میسر نہیں آسکا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ کتاب کہیں قرآن نہ ہو“۔

یہ بچ جانے والی کتاب حرف و نحو سے متعلق تھی۔

کتنے ہی ایسے مخطوطات تھے جن کے بارے میں لوگوں کو شک ہوتا رہا کہ شاید یہ قرآن مجید ہیں اور پھر ان کی جہالت کی بدولت وہ نسخے نذر آتش کئے جاتے رہے(٦٨)۔

* * *

٦٨ - Janier : Candition Social de los Moriscos en Espana. P. 86.